۳۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: وصال فاروقی سے دو سال قبل　　　　مولد: مدینہ منورہ

تاریخ وفات: یکم رجب یا ۴ محرم ۱۱۰ھ، اس میں اختلاف ہے　　　　مدفن: بصرہ

ہمارے دو امام

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے وہ درجہ رکھتے ہیں جو شریعت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں۔ کہ شریعت کے باب میں جس طرح ہم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع کرتے ہیں، وہ ہمارے امام ہیں، اس طرح روحانیت کے باب میں ہمارے سب سے بڑے امام کون؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ اور دونوں ایک ہی زمانہ میں تھے، دونوں ایک ہی وقت میں، ایک ہی علاقہ میں پچیس برس رہے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں ہوتے تھے۔

دونوں معاصر ہیں۔ جیسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مستقل مذہب تھا، جس سے حنفی مذہب چلا، تو خود ان کا، حسن بصری کا بھی مذہب دو تین صدیوں تک چلا ہے، دو تین صدیوں تک ان کا مستقل مذہب چلا۔ اس کے بعد پھر آہستہ آہستہ یہ چار مذاہب دنیا میں اتنے عام ہو گئے کہ تمام مذاہب، امام اوزاعی، لیث بن سعد وغیرہ سب کے مذاہب ختم ہو گئے۔ تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کے، صحابہ کرام کے بعد، ہمارے سب سے بڑے امام ہیں۔

حجاج اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حجاج بن یوسف نے جس طرح بڑے بڑے اکابر کو ستایا، ان کا خون بہایا، ان پر ظلم کیا، تو ان کے ساتھ بھی ایک دفعہ واقعہ پیش آیا، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کہ حجاج بن

یوسف نے واسط میں ایک عظیم محل بنایا، زبردست محل، قصر بنایا اور وہ فخر سے بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زبردست درس کا حلقہ تھا۔ تو ایک دفعہ ان کے پاس آدمی بھیجے کہ حجاج بن یوسف آپ کو بلاتے ہیں۔ تشریف لے گئے۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو واسط چلنا ہے میرے ساتھ، واسط لے گیا، وہ محل دکھایا۔

جب محل آپ نے دیکھا تو آپ نے اپنی طرف سے تو سکوت فرمایا، صبر کیا، مگر جب اس نے خود پوچھنا شروع کیا کہ آپ نے کیسا پایا؟ تو پھر جو آپ نے اس کو ڈانٹا ہے حجاج بن یوسف کو، کڑوی کڑوی سنائی ہے۔ یہ ادھر ڈانٹ رہے ہیں اور مجمع کے اوسان خطا ہو رہے ہیں کہ اوہو ہو! اب قیامت برپا ہونے والی ہے کہ حجاج بن یوسف، اس کے سامنے اُف کون کر سکتا ہے، اور یہ حسن بصری تو ان کو مسلسل ڈانٹے جا رہے ہیں۔

کہتے ہیں جو ان کے خدام وغیرہ ساتھ تھے یا وہ درباری جو موجود تھے، تو پیچھے سے کوئی کرتا پکڑ کر کھینچ رہا ہے، کوئی شال پکڑ کر کھینچ رہا ہے، پھر بیچ میں کسی نے، کسی کا نام بھی لکھا ہے کہ فلاں نے بیچ میں روکنے کے لئے کہا کہ **کفاک یا امیر المؤمنین فی الحدیث**، کہ ہمارے، جس طرح وہ امیر المؤمنین اس کو لوگ مانتے ہیں خلافت کی وجہ سے، تو اس طرح آپ ہمارے امیر المؤمنین ہیں حدیث میں، تو آپ نے جو نصیحت کی، کافی ہوگئی۔ مگر کہاں حسن بصری رکنے والے تھے، برابر ڈانٹتے رہے۔ حجاج بن یوسف نے اس وقت تو کڑوا گھونٹ پی لیا اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ اچھا، ان کو چھوڑ کر آجاؤ، اور کل ان کو اتنے بجے لے آنا۔

دوسرا دن جب متعین کر لیا حجاج بن یوسف نے، تو اب ساری دنیا کو یقین ہو گیا، ہر جگہ ختمات پڑھے جا رہے ہیں، دعائیں ہو رہی ہیں کہ اب یہ حسن بصری کا آخری دن ہے کہ حجاج بن یوسف ان کو قتل کئے بغیر، شہید کئے بغیر، چھوڑے گا نہیں۔

اگلے روز کارندے آئے، پولیس آئی، آپ کو پکڑ کر لے گئی۔ اور وہاں حجاج بن یوسف کے تخت کے سامنے تمام چیزیں تیار، جلاّد تیار، چمڑا بچھا ہوا ہے، تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، یہ منظر

دیکھ کر سارے مجمع کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کہ اب کیا ہوگا ہمارا؟ اتنے بڑے ہمارے پیر صاحب، روحانیت کے ہمارے امام، ان کے ساتھ اب کیا ہونے والا ہے؟ تو جب حجاج بن یوسف کے سامنے حضرت حسن بصری تشریف لے جا رہے تھے، تو آپ نے قدرے آواز سے کچھ پڑھنا شروع کیا کہ ہونٹ ہل رہے تھے اور کچھ پڑھ رہے تھے۔

پہلے تو کیا منظر تھا کہ نہایت آنکھیں سرخ حجاج بن یوسف کی اور غصہ میں شیر کی طرح سے تھا، ہر تھوڑی دیر میں اپنی بیٹھک اور ہیئت کو بدل رہا تھا، پریشان ہو رہا تھا، لیکن جب حسن بصری اس کے سامنے تشریف لے گئے ہیں اور جیسے قریب پہنچے ہیں، تو بالکل اس کی ہیئت یکسر بدل گئی اور وہ حضرت حسن بصری کا، جس طرح کہ دنیا جس طرح چومتی تھی اور والہانہ استقبال کرتی تھی، اس طرح آپ کو ہاتھ پکڑ کر لا رہا ہے، اپنے ساتھ بٹھا رہا ہے، اور پوچھتا ہے کہ آپ خیریت سے ہیں؟ آپ کے طلبہ خیریت سے ہیں؟ آپ کا کام سب ٹھیک ٹھاک جا رہا ہے؟

اب ساری دنیا حیران کہ یہ کیا ہوگیا؟ اور اس کے بعد جلدی سے اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں اور دعا کے ساتھ رخصت کر دیا۔

جب باہر نکلے تو حسن بصری کے خدام پوچھتے ہیں کہ حضرت، یہ کیا ہوگیا؟ فرمایا کیا ہوگیا؟ اس کو تم نے خدا سمجھ رکھا ہے؟ اور مجمع نے پوچھا کہ ہم نے تو یقین کر رکھا تھا کہ آپ زندہ واپس یہاں سے نہیں جا سکتے اور یہ کیا ہوگیا؟ کہ آپ یہاں سے نہ صرف زندہ جا رہے ہیں، تعظیم تکریم حجاج بن یوسف نے زندگی بھر کسی عالم کی نہیں کی ہوگی، جس قدر اس نے تکریم آپ کی کی ہے، اور جب آپ اس کے پاس محل میں قدم رکھ کر آگے بڑھ رہے تھے، تو آپ کچھ پڑھ رہے تھے۔

فرمایا کہ ہاں! پوچھا، وہ کیا؟ کوئی خاص دعا تھی؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس وقت میں یہ دعا کر رہا تھا کہ **اَللّٰهُمَّ وَلِیَّ نِعْمَتِی وَ مَلَاذِی عِنْدَ کُرْبَتِی اِجْعَلْ نِقْمَتَهُ عَلَیَّ بَرْدًا وَ سَلَامًا کَمَا جَعَلْتَ النَّارَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ بَرْدًا وَ سَلَامًا.**

اللہ تعالی ہم نے اپنے گناہوں سے جو دوزخ کی آگ بھڑکا رکھی ہے اس کو بھی ٹھنڈی کرے، دنیا بھر میں جہاں کہیں جنگوں کی آگیں، اللہ کی طرف سے کوڑے برس رہے ہیں، جہاں کہیں اللہ تعالی کی ناراضگی کے آثار دکھائے دے رہے ہیں، اللہ تعالی ان کو بھی برد اور سلامتی والا بنائے اور ہم سب کو، اور امت کے گناہوں کو معاف فرمائے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا، اور کس طرح حجاج، جو آپ کو شہید کرنے کے لئے جلاد کو بلا چکا تھا اور چمڑا بچھایا جا چکا تھا اور چند کلمات ان کی زبان سے اس وقت نکلے، ان کلمات نے کیسے حجاج کو رام کیا ہے۔

ایک تاریخی داستان بن گئی کہ جس ظالم کا دل کسی چیز سے نہ پسیجا، معرکوں میں، جنگوں میں، میدانوں میں، قید خانوں میں، لاکھوں انسانوں کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ جو جنگوں میں اس نے قتل کئے وہ تو علیحدہ، مگر جن کو جیل خانوں میں اور جلاد کی تلواروں کے ذریعہ اس نے مروایا، وہ ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ تو واسط کا قصہ آپ کو سنایا تھا محل جب تعمیر کیا تو کس طرح حسن بصری نے اس کی خبر لی ہے، اور اللہ تعالی نے ان کلمات کے ذریعہ کس طرح ان کی حفاظت فرمائی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین رضی اللہ تعالی عنہما

یہ حسن بصری کے والدین دونوں مملوک ہیں۔ ان کے والد حضرت یسار، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کے غلام تھے، جنہوں نے ان کو آزاد کیا تھا۔ اور آپ کی والدہ محترمہ خیرہ جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی مملوکہ تھیں، ان کی باندی تھیں اور حضرت امِ سلمہ نے ان کو آزاد کیا تھا۔

اسلام نے غلامی کے تصور کا خاتمہ کیا

اب اسلام کو جس طرح نشانہ بنایا گیا، ایک ایک چیز کو، کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق نہیں ہیں، اسلام نے غلامی کے تصور کو جنم دیا، طرح طرح کے جھوٹ گھڑے گئے۔ تو اولین اسلام میں

داخل ہونے والے حضرت بلال تھے، ان کو کونسی مسلم تلوار نے غلام بنایا تھا، اور اس بلال جیسے لاکھوں اس وقت غلام تھے۔

اسلام نے تو جو غلامی کا تصور صدیوں سے چلا آرہا تھا اس کو ختم کیا، طرح طرح سے ختم کیا۔ ایک ایک بات پر حکم ہے غلام آزاد کرو، اتنا کہا خدا کی قسم اور قسم کو پورا نہ کر سکے، فتحریر رقبة ، غلام آزاد کردو، غلام کے آزادی کے کتنے راستے کھول دئے۔

وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ

یہ جو اسلام کو طرح طرح سے نشانہ بنایا گیا، ایک ایک چیز کو، تو ہم اس کو تو کسی طرح گوارا کرتے ہیں۔ مگر بعض نام نہاد مسلمان بعض ہستیوں کو نشانہ بناتے ہیں، تو تمہیں کیا ہوا؟ کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے اور عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے، عثمانِ ذی النورین سے، اگر دشمنوں کو عداوت ہے، تو تمہیں کیا ہوا؟

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ناقدین کی نگاہ میں

ناقدین صحابہ نے عنوان قائم کیا کہ صحابۂ کرام اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے، مگر ان کے دل دماغ سے جاہلیت کی خو بو گئی نہیں تھی، جو جاہلیت کے اثرات تھے وہ گئے نہیں تھے۔ اور پھر اس کے دلائل با قاعدہ دینا شروع کرتے ہیں۔

سب سے پہلی دلیل جو پیش کی ہے، وہ شیخین کی، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ، عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی، کہ اَمِّرِ الْقَعْقَاعِ، ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ ان کو امیر بنایئے، عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ فلاں کو امیر بنایئے۔ صحابہ کرام آپس میں جھگڑتے تھے، یہ جھگڑا آپس کا انہوں نے ثابت کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جاہلیت کی بوان میں باقی رہ گئی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق تو مستقل کتاب لکھ ماری۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ، جنہوں نے سارا خزانہ اسلام کے خاطر لٹایا، ان کے متعلق

لکھا گیا کہ وہ بیت المال میں خیانت کرتے تھے۔ آج کل نشانہ بناتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہ بچیوں کو غلط طور پر استعمال کیا گیا، ان کی شادیاں بچپن میں کرائی جاتی تھیں۔

اس دن میں نے بتایا تھا کہ یہ تو ہمارے یہاں ہندوستان میں یہ سلسلہ اب تک رائج تھا۔ آج سے کچھ ساٹھ ستر برس پہلے تک، ہمارے گاؤں میں خود اس طرح کے نکاح ہوتے تھے، چھوٹے چھوٹے بچوں کے نکاح کرائے جاتے تھے۔ اور بچپن میں ہم نے بسوں میں لکھا ہوا پڑھا کہ حکومت نے آزادی کے بعد قانون بنایا تو اس میں یہ بھی تھا، بسوں میں لکھتے تھے کہ اب بچوں کا نکاح ممنوع ہے۔ اب سے کچھ قبل تک یہ سلسلہ ہر قوم میں، ہر مذہب میں اس کو روا رکھا گیا، جائز رکھا گیا، تو عربوں میں بھی تھا۔

اس کی تہمت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگا کر سیدھا ان پر نشانہ سادھتے ہیں، اور سب سے زیادہ بغض کا اظہار دشمنوں نے بھی کیا، غیر مسلم کی طرف سے بھی ان پر حملے ہوئے، اور میں نے جیسا کہ بتایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر دشمنانِ صحابہ نے سب سے زیادہ حملے کئے، حالانکہ وَ اَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ، ہزاروں مائیں اِس ماں پر قربان، قرآن نے ان کا رتبہ بیان فرمایا۔

میرا ذہن غلامی کے الزام کے ذیل میں ان چیزوں کی طرف چلا گیا۔ اللہ مجھے معاف کرے، لیکن سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں کب ان حملوں کا، مظالم کا خاتمہ بھی ہوگا؟ اس لئے جب کبھی یہ موضوع شروع ہوجاتا ہے تو رہا نہیں جاتا، ورنہ یہ تو آپ کی خانقاہ کی مجلس ہے، اس میں کتنے پیارے پیارے واقعات سنائے، زِدْنِی مِنَ الضَّرْب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے وہ درخواست کرتے ہیں کہ ذرا اور پٹوائیے تاکہ اور حدیثیں سنیں۔ کتنی رحمت برستی تھی ان واقعات سے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

یہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین دونوں مملوک تھے اور دونوں کو آزاد کیا گیا۔ کس نے آزاد کیا؟ مملوک تھے، ان کو آزاد کرنے والے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آزاد کرنے والی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ بغیر کسی وجہ کے ویسے ہی آزاد کیا انہوں نے کہ اسلام نے ترغیب دی ہے کہ اس سلسلہ کو، غلامی کو ختم کرو۔

ان کی والدہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یسار اور حضرت خیرہ کے اس جوڑے کو خوشی عطا فرمائی، بیٹا عطا فرمایا، تو سب سے پہلی گود ماں کی پھر دادی کی۔ دادی کہیں گے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اگرچہ نسلی طور پر نہیں، خون کے رشتے سے نہیں، لیکن تعلق دادیوں سے بڑھ کر تھا، ان کی گود ملی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی۔

اور انہوں نے سب سے پہلے بھیجا اس بچہ کو کن کے پاس؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین کی گود کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں ہیں، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور سے تحنیک فرما رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دستِ مبارک سے خود کھجور اپنے لعاب میں تر کر کے بچہ کے منہ میں ڈال رہے ہیں۔

شریعت وطریقت کے دو امام

میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے یہاں دو امام اعظم ہیں۔ ایک امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم فی الشریعۃ۔ اور دوسرے امام اعظم ہیں، امام اعظم فی التصوف، امام اعظم فی الطریقۃ، امام اعظم فی الروحانیۃ، ہمارے روحانیت کے سلسلہ کے امام اعظم ہیں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ تو جیسے اسلام کے سب سے top نام کون؟ شیخین۔ ان کو نشانہ بنایا گیا۔ سب سے top

عثمانِ غنی، ان کونشانہ بنایا گیا۔

اب دیکھا کہ ادھر روحانیت کے باب میں سب سے اونچا مقام حسن بصری کا ہے، تو ان کو نشانہ بنایا گیا۔ اور صرف ایک طبقہ نے نہیں، کیا سلفیوں نے، کیا، ہمارے یہاں بھی بہت سارے پیدا ہو گئے جو تصوف کے خلاف ہیں، تو وہ سب سے پہلا نشانہ سادھتے ہیں حضرت حسن بصری پر۔ اور طرح طرح کی چیزیں ان میں نکالتے ہیں اور کیسے نکال سکتے ہیں؟ جیسے صاحب تفہیم القرآن نے نکال لی کہ وہ آپس میں ایک نے رائے دی کہ ان کو امیر بنائیے، ایک نے رائے دی کہ ان کو امیر بنائیے۔ یہ صاحب تفہیم القرآن کو جھگڑا معلوم ہوا، تو کہتا ہے جھگڑتے تھے، جاہلیت کی بو اس کو نظر آئی۔

اسی طرح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، ان کو ہدف اور نشانہ بنایا گیا، اور ایک سے زائد کتنے سارے الزامات ان کے سر دھر دئے۔

میں اسی وجہ سے گنوا رہا ہوں کہ دیکھئے، سب سے پہلے ان کو والدین کتنے مبارک ملے، حضرت یسار اور حضرت خیرہ۔ اور ان کو آزاد کرنے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، دادا کتنے عظیم الشان، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی ہونے کا شرف جنہیں حاصل، جمعِ قرآن کی فضیلت ان کو حاصل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کے دور میں جمع قرآن کی خدمت ان کے ذمہ رہی۔

کتنے بڑے انسان! لیکن آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، دل اندھے ہو جاتے ہیں، توفیق اٹھالی جاتی ہے۔ کوئی چیز نظر نہیں آتی سوائے جو اُن کا پیر، شیطان، ابلیس، جدھر راستہ دکھاتا ہے، اسی طرف چلے جائیں گے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل

کتنے سارے فضائل اللہ نے جمع کر رکھے ہیں حسن بصری میں کہ سب سے پہلی گود ملتی ہے امِ

سلمہ رضی اللہ عنہا کی، وہ پیش کرتی ہیں با قاعدہ کہ جاؤ، لے جاؤ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تحنیک فرمائیں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گود میں لے کر اپنے دستِ مبارک سے تحنیک فرمائی۔ اور کیا الفاظ فرمائے، **اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فی الدِّین و حَبِّبْهُ الی الناس** ۔ دین دنیا پہلے سے بنی ہوئی تھی حسن بصری کی، اُس میں اور ترقی ہوگئی، کہ اے اللہ! اُن کو فقہ فی دین عطا فرما اور ان کو انسانوں کی نظروں میں محبوب بنا۔ تو ان کلمات نے ساری زندگی، حضرتِ حسن بصری کو ایسا ساتھ دیا، ایسا ساتھ دیا، جیسا میں نے بتایا کہ جب حجاج کے یہاں لے گئے، تو کہرام مچا ہوا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کرامت

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ کی شہادت سے دو ڈھائی برس پہلے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لے جاتے ہیں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا دور آتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس ایک بچہ ہے، ان کی گود میں، تو حضرت ام سلمہ تو اُن کی سچ مچ ماں بن گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت حسن بصری کی سچ مچ ماں بنیں۔ کیسے؟ کہ وہ تو معمر تھی، عمر رسیدہ، اور کئی برسوں پہلے اُن کے یہاں بچہ ہوا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ جب یہ بچہ آیا، تو اُن کو اس بچہ پر اتنا پیار، اتنا پیار کہ اُن کی ماں خیرہ، کہیں کام کے لئے باہر چلی جاتی، کسی خدمت کے لئے گھر سے باہر گئی ہوتی اور بچہ روتا، تو فرماتے ہیں کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا گود میں لے کر چھاتی اس کے منہ میں دیتی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کرامت کہیئے، حسن بصری کی سعادت کہیئے، کہ برسوں بعد اُن کو دودھ اُتر آیا۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں **تَـدِرُّ ثَدْيُهَا لَبَنًا** ۔ تو اُن کی رضاعی ماں بنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا اور آگے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنی خوش تھیں، اتنی خوش تھیں کہ ہر ایک کے پاس بھیجتیں، صحابہ کرام کے پاس، کہ اس بچہ کو فلاں کے پاس لے جاؤ، فلاں کے پاس لے جاؤ۔

اب کتنے سارے صحابہ کرام کی گود اُن کو ملی، اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے ساتھ جتنی ازواج مطہرات کے حجرے تھے، سب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی دادیاں ہیں، کبھی کوئی یہاں لے جارہا ہے، کبھی اِس گھر میں لے جارہا ہے، کتنے پیار سے ان کو پرورش ملی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک

اور خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا، تو میں اچھل کر کے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حجرہ شریفہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا، تو اچھل کر ہاتھ لگانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں میرا ہاتھ کبھی پہنچ جاتا تھا، کبھی نہ پہنچتا۔ تو اس سے محدثین نے کتنی چھت بلند تھی اس کو ناپا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی چھت مبارک کتنی بلند تھی، یہ ناپ کر بتائی اس بچہ نے۔ کتنی بڑی سعادت، ایسی سعادت کسی اور کے مقدر ہوسکتی ہے؟

بیعت

اور اور آگے چلئے۔ جب چودہ برس کی عمر ہوتی ہے، تو اس کے بعد یہاں سے مدینہ منورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے بعد یہاں کے حالات کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ عراق منتقل ہوگئے۔ تو یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ یا کچھ عرصہ ان کے تشریف لے جانے کے کچھ عرصہ بعد وہ خود منتقل ہوجاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ چودہ برس کی عمر میں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ اب جو بیعت اور تصوف کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ سَن نہیں بنتے اور کیسے بیعت کی؟ ہمیں تو علمی اعتبار سے، تاریخی اعتبار سے کوئی نقص نظر نہیں آتا، مگر جیسے وہاں

جاہلیت کی خوبو نظر آئی شیخین میں، تو اس طرح یہاں کوئی نقص نظر آتا ہے کہ چودہ برس کی عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت حسن بصری نے بیعت کیسے کی؟

دو بزرگوں پر رشک آتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بصرہ والوں پر دو بزرگوں کی وجہ سے بڑا رشک آتا ہے، دو نام لئے۔ فرمایا ایک تو حسن بصری وہاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ، کتنی عظیم ہستی، کتنے عظیم صحابی، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رشک آتا ہے ان دو پر، ایک حسنِ بصری پر اور ایک ابن سیرین پر۔

آخری درجہ کی خوبی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے انبیاء کے کلام کے ساتھ مشابہت کا قصہ تو عام تھا۔ اتنا مشہور تھا کہتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو اتنا عام نقل کیا، فرماتے ہیں کہ اس پر تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق تھا کہ یہ حسن بصری کو دیکھو، ان کا جو کلام ہے، یہ جو بولتے ہیں ان کا کلام تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ ان کو خوبیاں نظر آتی ہیں اور خوبی آخری درجہ کی، آخری درجہ کی اور مخالفین کو نقائص نظر آتے ہیں۔

انبیاء کے ساتھ تشبیہ کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت بھی ان کو دے سکتے تھے، مگر فرماتے ہیں ان کا کلام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے کلام کے مشابہ ہے، تو اس حسن بصری میں ان کو نقص نظر آتا ہے جو دوسری عینک پہن کر ان کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایک داستان ہے بڑی کڑوی۔ خود ہمارے اندر بھی ایسے لوگ تیار کرائے جاتے ہیں، جو اسلامی عمارت کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں، طرح طرح سے، تقریر کے ذریعہ، تحریر کے ذریعہ، اپنی دسیسہ کاریوں کے ذریعہ۔ اللہ تعالی اسلام کی، مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ اب یہ مبارک راتیں ہیں، یہ جھگڑے کی باتیں ان میں اچھی نہیں لگتی۔

سماع ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے کہ چودہ سال جن کے ساتھ رہے اور ۶۳ھ میں امہات المؤمنین میں سب سے آخری وفات ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے اور بصرہ سے دنیا بھر کے سفر پرحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جاتے رہے، حج کے سفر پر بھی گئے مگر کہتے ہیں کہ **لم یسمع من ام سلمة .**

کبھی ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری خوبی اور آخری واقعہ بیان کر کے میں اس کو مختصر کردیتا ہوں، ورنہ گھنٹوں اس پر بیان کیا جاسکتا ہے، ان کے حالات پر۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق، اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے تمام باشندے، جنہوں نے آپ کو بچپن سے دیکھا اور جنہوں نے وہاں عراق میں منتقل ہونے کے بعد، صحابۂ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے تین طبقے انہوں نے دیکھے، ان میں رہے، ان کے بیچ میں رہے اور انہوں نے آپ کو دیکھا، ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ساری زندگی کبھی ہم نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

اب یہ کتنی بڑی خوبی! ساری زندگی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور فرماتے ہیں کہ وہ صرف ایک مرتبہ ہنسے ہیں۔ کب ہنسے؟ آخری وقت، جب اس دنیا سے تشریف لے جارہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

اور کہتے ہیں آخری وقت ہے، انتقال ہورہا ہے، تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ ایک دم ہنس پڑے اور فرمایا، کونسا گناہ؟ یہ فرمایا اور آنکھیں بند، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، روح پرواز کر گئی۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہ ساری عمر کبھی ہم نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اور آج یہ نزع اور سکرات کے عالم میں، اس وقت یہ ہنسے اور ایک کلمہ صرف فرمایا کہ کونسا گناہ؟

یہ قصہ چونکہ پھیل گیا ہر جگہ۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ہم موجود تھے، تو جہاں کہیں اس وقت جاتے تھے، تو اُن دنوں سب پوچھتے تھے کہ کس طرح انتقال ہوا، کیا ہوا۔ تو

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا قصہ سارے جہان میں پھیل گیا کہ مرتے وقت ساری عمر کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور مرتے وقت ہنستے ہوئے انہوں نے یہ کلمہ کہا، کونسا گناہ؟

کونسا گناہ؟

ایک خادم خواب میں دیکھتے ہیں وفات کے بعد، وہ پوچھتے ہیں کہ حضرت، ہم نے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور انتقال کے وقت آپ نے ہنستے ہوئے یہ فرمایا، کونسا گناہ؟ تو اس کی کیا وجہ؟

فرمایا کہ اس کی وجہ یہ کہ جب ملک الموت میری روح قبض کرنے کے لئے آئے، تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ ان پر سختی کرو اور ان کے ایک ایک گناہ کو دیکھو۔ تو کہتے ہیں میں نے ہنس کر اس کے جواب میں کہا کہ کونسا گناہ؟ کیا زندگی رہی ہوگی، کیا زندگی رہی ہوگی؟ کہ وہ چیلنج کر سکتے ہیں کہ کونسا گناہ؟

ان کے اہل زمانہ کہتے تھے **كَانُوا يَقُولُونَ هٰذِهِ كُلُّهَا بِبَرَكَةِ اِرْضَاعِ اُم سَلمة رضى الله عنها** ۔ کہتے ہیں عام تھی صحابۂ کرام اور تابعین سب میں یہ بات کہ حسن بصری جیسا کیا شجاعت کا میدان کہ ابن الفجاءۃ، عرب کا سب سے بڑا بہادر انسان، تو اس وقت عام لوگ جب دیکھتے تھے حسن بصری کو اور ان کی شجاعت اور بہادری کو، تو اس کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے، کہتے ہیں کہ عرب کا وہی ایک انسان ہے کہ جس کے ساتھ ہم ان کو شجاعت میں تشبیہ دے سکتے ہیں اور اسی طرح فصاحت میں، بلاغت میں، شجاعت میں اور خوبصورتی میں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آپ کا نام رکھا تھا اس وقت یہ فرمایا تھا کہ اوہو! دیکھو کتنا حسین ہے اس لئے اس کا نام رکھو حسن۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہماری بخشش فرمائے۔ ان اکابرین اور بزرگانِ دین کے صدقہ اور ان کے طفیل ہم دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، ان

ٹوٹی پھوٹی ہماری عبادتوں کوقبول فرمائے۔ان کی طرح سے حق سبحانہ وتعالی کے رنگ میں، صبغة اللّٰہ و من احسن من اللہ صبغة، اللہ تعالی کی محبت کے رنگ میں رنگ جانے کی اللہ تعالی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

محمد کبیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال کیا ہوگا؟

جس طرح ہم ابھی ان کے وسیلہ سے دعا مانگ رہے ہیں، ایک قیروان کے بڑے اونچے محدثین میں سے مالکِ صغیر ہیں۔ جیسے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھ کر ایک حکیم و فلسفی کہنے لگا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیرِ صغیر اور سیرِ کبیر اور مبسوط اور زیادات جیسی ان کتابوں کا یہ حال ہے، اور امام محمد، محمدِ صغیر کی کتابوں کا اور ان کا علم کا یہ حال ہے، تو پھر محمدِ کبیر کا حال کیا ہوگا؟ ان کے علوم کیسے ہوں گے؟

مالک صغیر رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح یہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کے سلسلہ کے مالکیہ میں سے یہ قیروانی بزرگ ہیں، ان کو مالکِ صغیر کہا جاتا ہے۔ اتنا عظیم الشان اللہ تعالی نے علم عطا فرمایا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے علوم کا موازنہ کیا جاتا تھا، ان کی ایک اپاہج بیٹی تھی۔

جیسے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جنرل ضیاء کے گھر والے اپنی معذور بیٹی کو لے کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے، تو حضرت نے اندر داخل ہوتے ہی جیسے دیکھا کہ برقع والی مستورات نہیں ہیں، پونچھنے کے لئے تو ہمارے لئے تو چھوٹا سا رومال کافی ہوجاتا ہے، ٹیشو (tissue) کافی ہوجاتا ہے، چلئے، آج رونے کا دن ہے، شیعوں کے یہاں، ان کے ذاکر آتے ہیں، رلاتے ہیں، تو ہم تو کبھی کبھی مناتے ہیں رونے کا دن، اور اولیاء اللہ کے یہاں تمام راتیں رونے ہی کے لئے ہوتی تھیں، ساری ساری رات روتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں چھوٹے رومال کافی نہیں ہوتے تھے، جو لنگی ہم باندھتے

ہیں، تو بے سلی لنگی ہر وقت حضرت کے پاس رکھی رہتی تھی۔ کیا حرم میں، کیا سرہانے۔ جیسے ہی ہم حضرت کو لے جا کر حرم شریف میں بٹھاتے تھے اور حضرت بیٹھنے سے پہلے جو رونا شروع کرتے تھے، آپ ایک گھنٹہ، دو گھنٹے، تین گھنٹے کے بعد گذریں گے، تو اسی طرح حضرت کا بدن شیک (shake) ہو رہا ہے، ہل رہا ہے، اور مسلسل آنسو جاری ہیں، اور ہر تھوڑی دیر میں وہ لنگی تر ہو جاتی تھی۔

تو وہ لنگی حضرت نے جلدی سے اپنے چہرے پر ڈال دی کہ حضرت بھی ان مستورات کو نہ دیکھیں اور وہ بھی حضرت کو نہ دیکھ سکیں، پردہ کا اس قدر اہتمام تھا۔

یہ اپاہج بیٹی کو لے کر مالکِ صغیر کی، ان کے گھر والے، ایک بڑے بزرگ تھے شیخ محرز، ان کے پاس پہنچے کہ حضرت! یہ معذور ہے اتنے برس سے، پیدائشی معذور ہے، اس کے لئے دعا فرما دیں۔ حضرتِ محرز نے کچھ کلمات کہے، دم کیا، تو وہ تو چلنے لگی حالانکہ پیدائشی معذور تھی!

جیسے اس دن میں یہاں سے گیا، تو وہ دعا اَللّٰھُمَّ وَلِیَّ نِعمَتِی وہ ٹیپ کرنے کے لئے نوجوان دروازے پر مجھے ملے کہ ذرا وہ دعا پھر پڑھ دیں، جو حجاج بن یوسف کے دربار میں حسن بصری نے پڑھی تھی، تو اسی طرح یہ حضرت محرز سے پوچھتے ہیں کہ حضرت! یہ آپ کچھ پڑھ رہے تھے، کیا کلمات؟ فرمایا کچھ بھی نہیں۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا کہ الٰہی! اس کے باپ کا جو تیرے یہاں مرتبہ ہے، اس کے صدقہ اس کو اچھا کر دے۔

کہتے ہیں ان کے باپ کا مرتبہ معلوم ہو گیا کہ دیکھئے، یہ مالکِ صغیر، کتنا ان کا اونچا مرتبہ ہوگا، انہی کی بیٹی اپاہج، وہ بھی دعا کرتے ہوں گے، لیکن جیسے ہی انہوں نے واسطہ دیا کہ الٰہی! اس بچی کے والد کا جو تیرے یہاں مقام ہے اس کے واسطہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ اس کو اچھا کر دے۔ تو وہ چلنے لگی، اچھی ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہمیں ہدایت کے راستہ پر گامزن کر دے، نفس اور شیطان کے راستہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فصاحت

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ان کو کمال عطا فرمایا تھا۔ درجنوں بڑے بڑے محدثین کہتے ہیں کہ کوئی کمال ایسا نہیں کہ جس میں یہ اول نمبر پر نہ ہوں، ہر چیز میں، کیا ادب، کیا علم، کیا فصاحت۔

کہتے ہیں فصاحت میں پہلے ضرب المثل تھا حجاج بن یوسف کہ اس سے بہتر فصیح عرب میں اور کوئی نہیں۔ اب تو کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ حجاج بن یوسف اور حسنِ بصری، ان کے سوا فصیح عرب میں اور کوئی نہیں، لیکن ساتھ وہ کہتے تھے کہ ان دو میں سے بھی، حسن بصری حجاج بن یوسف سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اتنے عظیم انسان فصاحت اور ادب کے اعتبار سے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شجاعت

بہادری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ابن الفجاءۃ، عرب کا سب سے بہادر انسان ضرب المثل، اس کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر فوقیت دیتے تھے کہ شجاعت اور بہادری میں یہ ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے آپ کا ہر سال کا معمول تھا کہ فوج کے ساتھ غزوہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ جو سب سے بڑی جنگ ہوئی ہے کابل میں، حربِ کابل کے نام سے صحابۂ کرام اور تابعین کے دور میں، تو اس میں بھی حسنِ بصری کے قدم وہاں کابل میں پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے قدم کی برکت سے وہاں والوں کی حفاظت فرمائے، ان کو مظالم سے نجات دلائے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ عبرت ناک سزائیں عطا فرمائے۔

حسن و جمال کا عالم

اور کیا خوبصورتی! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو بچپن میں چہرہ دیکھتے ہی فرمایا، اوہو!

اتنا حسین! اسی لئے نام رکھا تھا حسن۔ فرماتے ہیں ان کی اسی سال سے زیادہ عمر تھی اور اس وقت بھی حسن و جمال کا یہی عالم تھا۔ اور ڈیل ڈول کا یہ حال لکھا ہے کہ ان کی یہ جو کلائی ہے، یہ کلائی، ہڈیوں میں یہ پتلا حصہ شمار ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی۔

لیکن یہ شجاعت، یہ بہادری اور جوان کی دلیری نظر آتی تھی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک رعب عطا فرمایا تھا، وہ صرف کن کے لئے تھا؟ ظالموں کے لئے۔ صرف کن کے لئے؟ صرف ظالموں کے لئے۔ حجاج بن یوسف جیسے اور بھی ابن ہبیرہ وغیرہ نے جب آپ کو طلب کیا، تو وہ لوگ جن سے بڑے بڑے لشکر کانپتے تھے اور ہزاروں پناہ مانگتے تھے، لیکن جب حسن بصری پہنچے ہیں، تو وہ خود ان کے سامنے کانپ رہے ہوتے تھے۔ لیکن ان کا حال، خود حضرت حسن بصری کا یہ تھا کہ۔۔

تواضع کا عالم

کہتے ہیں کہ تواضع میں بھی ضرب المثل۔ ان کے جیسا متواضع انسان کسی نے دیکھا نہ ہوگا۔ کیسے؟ لکھا ہے کہ جب وہ تشریف لا رہے ہوتے تھے، تو جب ہم ان کو دیکھتے تھے، تو ان کی چال کو دیکھنے والا ہر شخص یہ کہے گا کہ یہ ابھی اپنے بھائی کو دفن کر کے آئے ہیں۔ جو اپنے بھائی کو دفن کر کے لوٹ رہا ہو، تو اس کی جیسی چال ہوتی ہے، ایسی ضعیف، کمزور، ناتواں جیسی ان کی چال ہوتی تھی۔

اور لکھا ہے کہ جب تشریف فرما جاتے، بیٹھ جاتے، تو بیٹھنے کا انداز ان کا ایسا تھا، ہمارے یہاں تو شاہانہ ٹھاٹ یہ تکیہ لگاؤ اور ادھر کرسی رکھو، اسٹیج پر نمایاں ہو کر بیٹھیں گے، اور ان کا حال یہ تھا حسنِ بصری کا کہ جب وہ بیٹھ جاتے تھے، تو ان کی بیٹھک ایسی ہوتی تھی جیسے کہ چمڑا اچھا کر کسی کی گردن اڑانے کے لئے کسی کو بٹھایا گیا ہو، اس کی ہیئت ہوتی ہے۔ کس قدر متواضع انسان ہوں گے!

اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ مجھے بصرہ والوں پر دو آدمیوں کی وجہ سے رشک آتا ہے۔ایک ابن سیرین اور ایک حسنِ بصری۔وہ سرٹیفیکٹ اور شہادہ اور سند دے رہے ہیں۔

مولانا حسن

آج کل تو ہمارے طلبہ کو بھی دیکھا جنہیں پرانی چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔کوپی کرتے ہیں سلفیوں کی، دوسروں کی۔یہ مرض ہے دوسروں سے مرعوب ہونے کا، بڑھتے بڑھتے مجامع میں پہنچ جاتا ہے، جماعتوں میں پہنچ جاتا ہے، اجتماعات میں پہنچ جاتا ہے، مدارس میں پہنچ جاتا ہے، خانقاہوں میں، ہر جگہ پہنچتا ہے جب ایک بیماری پھیلتی ہے۔

ہمارے یہاں بھی چند سال سے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے پاس طلبہ جائیں گے تو کہیں گے استاذ! یہ پوچھنا تھا ذرا۔کیوں؟ وہ کہتے ہیں وہ ادھر عرب میں یونیورسٹیز میں وہاں کے طلبہ وغیرہ اسی طرح بولتے ہیں۔ہمارے یہاں جو مولانا کہتے ہیں، وہ انہیں برا لگتا ہے۔پرانا انداز معلوم ہوتا ہے۔

حالانکہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالی حضرت حسن بصری کو کہتے تھے مولانا حسن۔یہ مولانا حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی زبانِ مبارک سے چلا ہوا کلمہ صدیوں سے چل رہا ہے۔عالم کے متعلق کتنا مبارک کلمہ! کتنا اچھا خطاب! جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فرقۂ معتزلہ

یہ حضرتِ حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ، جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ انتہائی درجہ کے متواضع انسان تھے۔حتی کہ لکھا ہے کہ آپ کا حلقۂ درس جاری تھا، درس کے حلقہ میں واصل بن عطاء پہنچتا ہے، وہ آپ کا تلمیذ اور شاگرد بنتا ہے، کسی جگہ پہنچ کر کے وہ اٹک جاتا ہے اور آپ سے اس نے حجت بازی شروع کی، حضرت حسن بصری سے مخاصمت کرنے لگا۔

فرماتے ہیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ، جیسے عادت ہوتی ہے کہ نکالو اس کو، مارو اس کو، اس کی غلط حجت بیانی اور غلط مخاصمت پر کچھ نہیں فرمایا، صبر کا کڑوا گھونٹ پی گئے، اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے رہے ہوں گے۔

اللہ کا کرنا کہ وہ اٹھ کر حلقہ سے الگ ہوگیا۔ تو وہ دن اور آج کا دن، کہ اس کے متعلق جو اس وقت کلمہ، اس حسنِ بصری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکلا کہ اِعْتَزَلَ عَنَّا ، کہ وہ ہم سے نکل گیا، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو حسن بصری کی زبان سے اعتزال کا لفظ نکلا، ایک کلمہ نکلا، تو وہ واصل معتزلہ کا امام بن گیا۔ آج تک جو معتزلہ کا فرقہ ہے تو اس کا امام کون؟ واصل بن عطاء ہے۔

اکابر میں مماثلت

یہ ہم نے ہمارے بزرگوں میں بھی دیکھا۔ یہ چیزیں وہیں سے چلتی ہیں۔ جس طرح میں نے بہت سی چیزوں میں مثال دی تھی کہ یہ ساری ساری رات جاگنا، روز ایک قرآن شریف، روز دو قرآن شریف اور ترکِ طعام، مدتوں کھانا چھوڑ دینا، تو میں نے تسلسل کے ساتھ بیان کیا کہ یہ ہمارا روزہ تو آج کل کچھ سولہ سترہ گھنٹے کا ہوتا ہوگا اور ان حضرات کا روزہ، دو دن کا ہوتا تھا کسی کا، کسی کا تین دن کا ہوتا تھا، کسی کا پانچ دن کا، اور آخری جو ملا اس میں سات دن کا۔ ہمارے خود اسی سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں، اس سے زیادہ بھی رہے ہیں۔ تو یہ نقل چلی آتی تھی کہ وہ اتنا مجاہدہ کر سکتے ہیں، تو مجھے بھی ان کا اتباع کرنا چاہئے۔

تلاوت ہی تلاوت

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول ایک قرآن شریف کا تھا رمضان المبارک میں۔ تو حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرہ کیا کہ ہمارے ائمہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رمضان میں ایک قرآن شریف دن میں، ایک رات میں ختم کا تھا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول ایک قرآن شریف دن میں، ایک رات میں کرنے کا تھا۔ تو ایک رمضان

ہم ایسا بھی گزارتے ہیں کہ ایک قرآن شریف دن میں ہو جائے، ایک رات میں ہو جائے۔تو اس سال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے چھپن (۵۶) قرآن شریف پڑھے۔تو ہر چیز میں یہ مماثلت ملتی ہے۔

ہمارے یہاں ابھی آپ نے قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں سنا کہ جیسے ہی کسی نے یہ شعر پڑھا کہ

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

سنتے ہی بس، ادھر لو لگ گئی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس کو دہراتے رہے، دہراتے رہے۔

انہی بزرگ کے متعلق لکھا ہے، قیروان والے، کہ کسی قاری نے سورہ القارعۃ پڑھی، القارعۃ جیسے ہی اس نے پڑھنا شروع کی اور ادھر سسکیاں شروع کی، اس کی القارعۃ پوری نہیں ہوئی اور ان کی زندگی ختم ہو گئی۔سورۃ کے اختتام کے ساتھ ان کی زندگی کا اختتام ہو گیا۔تو ایک تأثر لینا، شعر سے لینا، قرآن شریف سے لینا۔

ایک جیسی روشنیاں اور خوشبوئیں

میں نے بتایا تھا کہ ان کی خوشبوئیں بھی ایک جیسی۔حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی قبر پر، حضرت کی قبر کی مٹی میں خوشبو۔

ایک بزرگ کا حال بتایا تھا کہ ان کی تدفین کے بعد دیکھا گیا کہ ان کی قبر سے روشن شعلہ نکلتا رہا۔حضرت صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے قبر کے متعلق عرض کیا تھا، تو اس کے ذیل میں سنایا تھا، وہاں وہ سورج جیسا شعلہ دکھائی دیتا تھا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نہیں، کہتے ہیں مدتوں، ایک لمبی مدت تک سَوَارِی مِن نور، نور کے عمودی ستون۔

میں نے اس دن کہا تھا کہ نور کا ستون، نور کا ایک ستون نہیں، سواری من نور، نور کے کئی ستون نظر آتے تھے۔ تو ہر چیز میں وہ ایک جیسے ہوتے تھے، کیا مجاہدات میں ایک جیسے، اور کیا مجاہدات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جو نوازتا ہے، ان کرامات میں بھی ایک جیسے ہوتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور کتا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قصہ سنایا تھا کہ جب بھی میں وہاں دار الطلبہ قدیم سے سبق کے بعد وہیل چیر لے کر چلتا، کبھی حضرت فرماتے کہ بھئی جلدی، جلدی استنجے کا تقاضہ ہے، تو بہت تیز وہیل چیر (wheelchair) کو میں بھگاتا، تو پیچھے کتے لگ جاتے اور بھونکتے۔ تو حضرت اُن کو خطاب کر کے فرماتے، کبھی رو دیتے، فرماتے کہ اے میرے بھائی، تو میرا پیچھا کیوں کرے؟ میں تو تیرا بھائی ہوں۔ تو یہ کہاں سے لیا؟

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور کتا

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حسن بصری سے لیا کہ حسن بصری رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ گذر رہے تھے، کتے کو دیکھا۔ ادھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میرا بھائی، تو کیوں مجھے بھونکے، میں تو تیرا بھائی ہوں۔

کتے کو دیکھ کر حضرت حسنِ بصری نے ہاتھ اُٹھالئے کہ الٰہی! مجھے اس کتے کے صدقہ بخش دے۔ ہم نے ابھی دعا کی تھی کہ ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ تو ہمیں بخش دے، معاف کر دے، تو حسن بصری دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی! اس کتے کے صدقہ مجھے بخش دے۔ تو اضع کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ستانے والے

جس طرح یہ واصل بن عطاء پر ایک غضب کی نگاہ اُٹھی حضرت حسن بصری کی، اور پوری ایک

جماعت قیامت تک کے لئے اسلام دشمن معتزلہ کی تیار ہوگئی۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے بدتمیزی کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ جانے لگا، تو فرمایا کہ یَخْرُجُ مِن ضِئْضِئِی هذا قوم... ، مارقہ اس کی نسل سے پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ مستقل جماعتیں ہیں ان کی، مارقہ اور خوارج کی۔ یہ سچی خبر کا نتیجہ ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایذاء دینے والے

ایسے ہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جس پر غضب کی نگاہ ہوگئی، ایک دفعہ اسٹرائک (strike) ہوئی، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے، اور ناظم صاحب نے، اساتذہ نے منتیں کیں، سمجھایا۔

جب طلبہ اساتذہ کے سمجھانے سے باز نہیں آئے، تو حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نے بلوایا۔ اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان، ماشاء اللہ، پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ مگر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تشریف لے گئے کہ بھائی، میں درس گاہ میں پہنچتا ہوں، طلبہ میں سے جو آنا چاہے۔ تو تین طالبِ علم تھے، انہوں نے سیڑھی پر راستہ روک لیا حضرت کا۔

جب اللہ تعالی کسی سے توفیق سلب کر لیتے ہیں تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ تو حضرت نے اس وقت تو کچھ نہیں فرمایا، پھر بعد میں حالات درست ہوئے، تو وہ طلبہ نکل گئے، یا نکال دئے گئے۔

ہمارے سامنے ان میں سے ایک کے چچا کا خط آیا کہ حضرت! وہ آپ کے یہاں سے باغی بن کر جو نکلا تھا، ہمارے خاندان کو اس کا بڑا رنج اور افسوس تھا، اور وہ گذشتہ کل فلاں تالاب میں اس طرح ڈوب کر مرا۔ وہ تین تھے، دوسرے کا بھی اسی طرح کوئی حال تھا۔

تیسرے کے متعلق اس نے خود خط لکھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو۔ تو چونکہ برسہا برس گذر جاتے ہیں، نام بھی یاد نہیں رہتے، کیا قصہ تھا، وہ قصہ بھی یاد نہیں رہتا، تو اس نے قصہ دہرایا کہ

فلاں موقعہ پر ایسا ہوا تھا، اُن طلبہ کا لیڈر میں تھا۔ اور میں نے آپ کو ستایا تھا، اس کے نتیجہ میں ہمارے یہاں کوئی قتل ہوا تھا، اس قتل میں میں بے گناہ تھا، مگر وہ گناہ میرے ذمہ لگایا گیا، اور نچلی کورٹ نے مجھے پھانسی کا حکم سنایا، ہائی کورٹ (high court) میں اپیل (appeal) کی، وہاں پھانسی کا حکم بحال رہا، اپیل کورٹ، سپریم کورٹ (supreme court) میں گئے، وہاں بھی یہ پھانسی کا حکم بحال رہا۔ اب میں پھانسی گھر سے کر آپ کو خط لکھ کر معافی کی اپیل کر رہا ہوں کہ میرا وہ جرم، وہ گناہ معاف فرما دیجئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو کلمات اس وقت لکھوائے ہوں گے، اس کے نتیجہ میں پھر اس کا خط آیا کہ حضرت آپ کا گرامی نامہ ملنے کے اتنے دن کے بعد میں نے جو صدرِ ہند سے، ہندوستان کے پریزیڈنٹ کے سامنے جو اپیل رکھی تھی، وہ میری اپیل منظور ہوگئی اور مجھے رہائی مل گئی۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ سے بدتمیزی کی سزا

اور دیکھئے، میں نے کہا کہ سب کے یہاں ایک جیسے واقعات ملتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہو بہو یہی قصہ ہوا تھا۔ جیسے واصل بن عطاء، جیسے تلامذہ حضرت کے دار الحدیث کا راستہ روک رہے تھے، اور اس میں اللہ کی شان کہ خود ہمارے گجرات کے دو تین طالب علم تھے۔

اُن میں سے دو کو بچپن میں میں نے خود دیکھا، اور اُس وقت بچپن میں، ہم تو ان قصوں کو اس وقت نہیں جانتے تھے، حفظ کرتے تھے، کہ بزرگ کیا ہوتے ہیں، اُن کی بد دعا کیا ہوتی ہے، اور یہ ساری چیزیں ہم نہیں جانتے تھے، مگر اس وقت جو ایک کو پاگل دیکھا، تو لوگ بتاتے تھے کہ ان کو حضرت مدنی سے بدتمیزی کی سزا مل رہی ہے۔ اس نے یہ حرکت کی تھی۔ اور دوسرے ایک تھے، اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُن کے افعال ایک جیسے، اُن کی کرامتیں ایک جیسی، اُن کے مجاہدے ایک جیسے ہوتے تھے۔

سوا لاکھ طواف کی نذر

سوا لاکھ طواف کا مجاہدہ سنئے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ایک دفعہ طائف کے انار آئے۔ تو وہ طائف کے انار بہت میٹھے، بہت بڑے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولوی حبیب اللہ کو میں بھیجتا، مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ سب سے بھاگتے ہیں اور اُن کا ٹھکانا کسی کو معلوم نہیں۔ تو میں نے جلدی سے عرض کیا کہ حضرت، میں پہنچادوں گا۔ تو حضرت نے مجھے دئے، میں لے کر گیا، اور پہنچا کر آیا۔

جب وہاں سے واپس آیا تو حضرت نے تفصیل پوچھی کہ کیا ہوا۔ تو ایک لمبی کہانی ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جب یہاں پہنچے تھے، تو اُس وقت ان کے پاس یہاں رہائش کی کوئی شکل، صورت، قانونی بھی نہیں تھی، اور ظاہری معیشت کے اعتبار سے بھی یہاں قیام کی شکل نہیں تھی۔ تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ الٰہی! میرا یہاں رہنے کا انتظام ہو جائے اور اقامہ مل جائے تو میں سوا لاکھ طواف کروں گا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طبیعت میں عجلت تھی ہر چیز میں، تو جب میں بیان کر رہا تھا، تو یہاں پہنچا تو حضرت نے فرمایا، تو پھر انہوں نے طواف کر لئے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت، اُن کے خدام فرماتے ہیں کہ جیسی نذر مانی اور اس کے ساتھ انہوں نے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر طواف شروع کر دئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ رات میں، دن میں، جس وقت جاؤ تو ان کو ہم طواف میں مشغول پاتے تھے۔

خدام فرماتے ہیں کہ اُن کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا، مولانا غلام رسول صاحب بتاتے تھے کہ اُن کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا ہم نے نہیں دیکھا۔ تو انہوں نے طواف

پورے کر لئے تھے۔ اور اُس کے نتیجہ میں اُس وقت حکومت کی طرف سے اقامہ مل گیا کہ اِن کی یہ نذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی، اور آرڈر (order) اُن کے متعلق آیا کہ اُن کو نہ صرف قیام کی اجازت دی جاتی ہے، بلکہ حکومت سارا قیام کا انتظام کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور پیش کش کی حکومت نے اپنی طرف سے وظیفہ کے لئے بھی کی، مکان کی، رہائش کے انتظام کے لئے بھی کی، مگر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے کوئی چیز نہیں چاہئے، مجھے اسی حرم شریف میں ایک کونہ مل جائے کہ میں یہاں پڑا رہوں۔ چنانچہ یہ جو تہہ خانہ ہے تو اس میں، اس وقت خلوے، کمرے بنے ہوئے تھے، تو ایک کمرہ اُن کو دیا گیا تھا، اس میں وہ مقیم تھے۔

اجابتِ الٰہیہ کا نزول

جیسے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے سوا لاکھ طواف کی نذر مانی، تو ایک بزرگ تھے، انہوں نے مکاشفہ میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اُن کے اعضاء گناہوں سے پاک، صاف، اُجلے، ستھرے، اُن کے کان گناہوں سے پاک، نگاہیں گناہوں سے پاک، زبانیں گناہوں سے پاک، اُن کے دل، دماغ گناہوں سے پاک، تو ہر چیز میں ہمارے گناہ حائل ہوجاتے ہیں۔ اس وقت جو رحمتیں برستی ہیں، ہم اُسے نہیں دیکھ پاتے۔

ایک بزرگ کے قصہ میں میں نے پڑھا کہ وہ فرمارہے تھے کہ یہ بزرگ دوسرے کے متعلق فرمارہے تھے کہ یہ جب ان کے پاس کوئی دعا کے لئے آتا ہے، اور وہ اُن کو دعا دیتے ہیں، تو میں اوپر سے اجابتِ الٰہیہ، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو اجابت اُتر رہی ہے، اس کو میں اُترتا ہوا دیکھتا ہوں۔ تو یہ ملائکہ کا نزول، رحمت کے ملائکہ، عذاب کے ملائکہ، ہم تو نہیں دیکھتے اور یہ حضرات دیکھتے ہیں۔

کئی ہزار قرآن شریف

ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ابو یحییٰ الناقد دیکھ رہے ہیں کہ ایک حور آسمان کے دروازے پر

کھڑی ہے، تو اُس کو ٹکٹکی باندھ کر جب یہ دیکھنے لگے، تو اس نے کہا کہ مجھے خریدنا چاہتے ہو؟ تو کہنے لگے، کیا قیمت؟ کہا کہ تم کیا قیمت دو گے؟

لکھا ہے اُن کے حالات میں کہ انہوں نے فرمایا کہ بروایتے چار ہزار یا چودہ ہزار قرآن شریف میں تیرے لئے پڑھوں گا۔ اور جیسے اِنہوں نے سوا لاکھ طواف ختم کئے، تو ان بزرگ نے اسی طرح ۴ یا ۱۴ ہزار قرآن شریف جیسے ہی ختم کئے، اور شہرت ہوگئی، وہ مسلسل پڑھتے رہتے تھے، اس سودا کا خدام کو، گھر والوں کو، سب کو پتہ تھا۔

انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے تو سودا کیا ہے، اور میں اس سودے کے وجہ سے، اُس کے قیمت ادا کرنے کے لئے اس کو میں پڑھ رہا ہوں، تو وہ گنتے رہتے تھے۔ جیسے ہی چودہ ہزار قران شریف ختم ہوئے، اور جیسے والناس پر پہنچے ہیں، تو کہتے ہیں وہ اُن کی نگاہ اوپر اُٹھی اور وہاں سے حور کی آواز آئی۔ یہ ابو یحییٰ الناقد امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد ہیں۔

میں نے وہ نداء کے واقعات سنائے تھے کہ دیکھو، یہ بزرگ ہیں ان کو بھی آسمان سے ندا آرہی ہے، ان بزرگوں کے یہاں کا سارا مجمع سنتا تھا، وہ خود سنتے تھے، آسمان سے آواز آرہی ہے۔ میں نے کہا اب جو خیرات اور انعامات اوپر سے جو اُترتے تھے، موقوف ہوگئے، اُن میں سے یہ ندا کبھی آپ نے قریب میں نہیں سنی ہوگی۔ کچھ خوشبو کے واقعات اور قبر کی مٹی سے خوشبو آرہی ہے، اس طرح کے واقعات تو سنے اور دیکھے جارہے ہیں۔ تو یہ ندا آئی اور تمام حاضرین، جو حضرت کی خدمت میں موجود ہیں، سب سن رہے ہیں کہ وہ حور کہہ رہی ہے کہ **ھا انا لک**، وہ حور کی آواز، اوپر سے آئی، اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔

یہ مبارک ساعتیں ہیں، اس میں حق تعالیٰ شانہ سے مانگنا چاہئے۔ تھوڑا وقت رہ گیا، چند گھڑیاں رہ گئیں۔ ہم نے تو اتنا مبارک مہینہ بھی اپنے دنیوی مشاغل میں، گناہوں میں گزار دیا، اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے۔ جو کمانے والے ہیں، وہ کماتے ہیں اور وہ کس طرح کماتے ہیں، تو یہ بزرگوں کے حالات میں آپ نے سنا۔ اللہ تعالیٰ اُن کا اتباع ہمیں نصیب فرمائے۔